مولانا محمد جہان یعقوب *

اسلامی سال کا آغاز اور چند گزارشات

کیلنڈر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کو گریگورین کیلنڈر کہا جاتا ہے، جسے ہم عیسوی سال کا نام دیتے ہیں ااور دوسرے کو شمسی کیلنڈر کہا جاتا ہے جسکو ہم قمری تقویم یا ہجری سال کا نام دیتے ہیں۔ ہجری سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے، جسکا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ یہ انتہائی افسوس ناک امر ہے کہ آج کے مسلمان اور بالخصوص نئی پود کو، جو مستقبل کی معمار وصورت گر ہے، اسلامی ہجری تقویم کے مہینوں کے نام تک معلوم نہیں اگر یاد ہیں تو صرف چند مہینے، جو واقعات وخرافات کی طرف منسوب ہیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اگرچہ دفتری ضروریات کے تحت گریگورین کیلنڈر کا استعمال درست ہے، تاہم اسلامی مہینوں کے ناموں کا جاننا اور انکی عظمت وفضیلت کا قائل ہونا بھی فرض کفایہ ہے۔

عربوں کی اصل تقویم قمری تقویم تھی مگر وہ مدینہ منورہ کے پڑوس میں آباد یہودی قبائل کی عبرانی (یہودی) تقویم کی طرح اپنے تجارتی اور ثقافتی فائدے کی خاطر خالص قمری کی بجائے قمری شمسی تقویم استعمال کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس قمری شمسی تقویم کو ہمیشہ کیلئے منسوخ فرما کر خالص قمری تقویم کو بحال رکھا تھا جس کا آغاز ہجرت مدینہ کے اہم واقعے سے کیا گیا تھا ،لہٰذا یہ تقویم ہجری تقویم کے نام سے موسوم ہوئی۔ مسلمانوں کا ہجری سال حضور اکرم ﷺ کی ہجرت سے شروع ہوتا ہے جو کہ ہر قسم کے مفاسد اور شرک و نجوم پرستی جیسے رذایل اور لغویات سے یکسر خالی، خالص امن وآشتی کا پیغام ہے اس کی ابتدا خود حضور اکرم ﷺ کے حکم سے ہوئی اور حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں سرکاری مراسلات میں ''اسلامی قمری ہجری'' تاریخ کا اندراج لازمی قرار دیا تھا۔

شریعت محمدیہ ﷺ میں احکام شرعیہ مثلاً حج وغیرہ کا دارومدار قمری تقویم پر ہے۔ روزے قمری مہینے رمضان کے ہیں۔ نزول قرآن بھی رمضان میں ہوا، عورتوں کی عدت، زکوٰۃ کیلئے سال گزرنے کی شرط وغیرہ سب قمری تقویم کے اعتبار سے ہیں۔ عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا تعلق بھی قمری تقویم سے ہے، تاہم دنیوی مقاصد کیلئے شمسی تقاویم کا استعمال فرض کفایہ ہونے کے علاوہ دینی وملی حمیت کا تقاضا بھی ہے اور باعث اجر وثواب بھی۔

ناس ہو لارڈ میکالے کے وضع کردہ نظام تعلیم کا کہ جس نے ہمیں اسلاف کی دوسری میراث وزریں روایات کے ساتھ ساتھ اپنی اصل ہجری قمری تقویم بھی بھلا دی۔ ہمیں اس اندھیر نگری میں حاکم سے توقعات وابستہ

---

* سینئر ریسرچ اسکالر، جامعہ بنوریہ عالمیہ، سائٹ ایریا کراچی

کر کے خودفریبی میں نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اپنے بچوں کو اہتمام وخصوصیت سے اسلامی سال کے مہینوں کے نام یاد کرانے چاہئیں ،تا کہ وہ تقلید اغیار کے غیر محسوس حصار سے نکل سکیں۔

قمری تقویم کی بنیاد زمین کے گرد چاند کی ماہانہ گردش پر ہے اور ہر مہینے کا آغاز نئے چاند سے ہوتا ہے۔ ماہرین کے مشاہدات اور محتاط اندازوں کے مطابق رؤیت ہلال (ننگی آنکھوں سے چاند نظر آنے) اور ولادت قمری کا درمیانی وقفہ کم ازکم 20 گھنٹے کا ہونا چاہیے۔ قمری تقویم میں تاریخ کا آغاز غروب شمس سے ہوتا ہے اور قمری مہینہ کبھی 29 دن کا اور کبھی 30 دن کا ہوتا ہے۔ یوں قمری سال عموماً 354 دن اور بعض سالوں میں 355 دن کا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف موجودہ رائج عیسوی تقویم میں آج کل دن کا آغاز رات بارہ بجے سے ہوتا ہے اور اس میں یہ بھی طے ہے کہ ہر سال کون سا مہینہ کتنے دنوں کا ہوگا، اور یہ شعر، جو دراصل ایک انگریزی شعر کا ترجمہ ہے، بچے بچے کو یاد ہے:

تیس دن ستمبر کے، اپریل، جون، نومبر کے باقی سارے اکتیس کے، سوائے فروری کے

جب کہ فروری کا مہینہ عام سالوں میں 28 دن کا لیا جاتا ہے اور لیپ (چار پر تقسیم ہونے والا ہر چوتھا سال) کے سالوں میں 29 دن کا ہوتا ہے۔ مہینوں کی یہ تعداد خود ساختہ ہے کسی قاعدہ یا ضابطہ کے تحت نہیں البتہ سب مہینوں کے دنوں میں مجموعی تعداد 365 اور لیپ کے سالوں میں 366 دن ہوگی۔ اس کے مقابل قمری تقویم میں ابہام ہے، جس میں کئی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

قمری تقویم کے ابہام کا ایک فائدہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ اور بزرگان دین کی ولادت و وفات کے ایام مبہم رہتے ہیں انسان طبعاً سہولت پسند اور عجلت پسند واقع ہوا ہے زیادہ محنت کے بغیر مکمل ثمرات حاصل کرنا چاہتا ہے اس لئے حضرات انبیاء کرامؑ کی خود ساختہ تواریخ متعین کر لی جاتی ہیں مثلاً عیسائی حضرات نے "25" دسمبر کو حضرت عیسیٰؑ کا یوم ولادت قرار دے رکھا ہے اور اس تاریخ کو ولادت مسیح کی خوشی میں کرسمس مناتے ہیں حالانکہ خود غیر متعصب عیسائیوں کو اعتراف ہے کہ "25" دسمبر حضرت عیسیٰؑ کا یوم ولادت ہرگز نہیں خود ساختہ تہوار منا لینے سے انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس نے اپنے رہنما و پیشوا سے محبت کا حق ادا کر دیا ہے یوں اس کی روزمرہ کی عملی زندگی کی اپنے پیغمبر کی اصل تعلیمات سے موافقت و مطابقت بسا اوقات بتدریج کم ہوتے ہوتے بالآخر نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ قمری تقویم کے ابہام سے حضرات انبیاؑ کی ولادت باسعادت اور وفات کے علاوہ ان کی زندگیوں کے بعض دیگر اہم واقعات کی سو فیصد "توقیت" مشکل ہو جاتی ہے۔ اگر کہیں ایسا ہو بھی جائے تو بھی دنیا بھر کے تمام مقامات پر قمری تواریخ کا یکساں ہونا ضروری نہیں لہٰذا ابہام پھر بھی ایک حد تک باقی رہے گا۔ قمری شمسی تقاویم میں تواریخ اور مہینے تو قمری ہوتے ہیں لیکن ان مہینوں کو موسموں کے مطابق رکھنے کیلئے تقریباً ہر تیسرے سال ان میں ایک ماہ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور سال کے بارہ کی بجائے تیرہ مہینے بنائے جاتے ہیں چونکہ قمری سال شمسی سال سے تقریباً گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہے لہٰذا تین سالوں میں تقریباً ایک ماہ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ قمری تقویم کے ابہام کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ

بعض اہم مواقع پر اس ابہام سے پیدا ہونے والی انتظاری کیفیت (سسپنس) نہایت مسرت افزا ہوتی ہے اہل اسلام مثلاً عید الفطر کے ہلال کی امکانی رؤیت و عدم رؤیت سے پیدا ہونے والی انتظاری کیفیت میں چاند دیکھنے کی والہانہ کوشش کرتے ہیں بچوں، جوانوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کی چاند دیکھنے کی یہ مسرت مساعی ایک عجیب سماں پیدا کرتی ہیں اگر عید وغیرہ کا دن پہلے سے ہی سو فیصد یقین کے ساتھ متعین اور مقرر ہو تو چنداں خوشی نہ ہوتی۔

قمری مہینوں کی موسموں سے عدم مطابقت کا فائدہ یہ بھی ہے کہ بعض نہایت اہم احکام شرعیہ مثلاً صیام رمضان کی تعمیل زندگی بھر میں تمام موسموں میں ممکن ہوگی مثلاً ایک شخص اٹھارہ بیس سال کی عمر میں رمضان کے روزے رکھنا شروع کرتا ہے اور پچاس ساٹھ برس کی عمر تک جسمانی صحت کے لحاظ سے روزے رکھنے کے قابل رہتا ہے تو وہ گرما اور سرما اور بہار و خزاں تمام موسموں میں روزے رکھنے کی سعادت حاصل کر پائے گا۔ اگر اس طرح کے احکام کیلئے شمسی مہینے متعین کئے جاتے تو ساری عمر ایسے احکام کی تعمیل ایک ہی موسم میں ہوتی بلکہ شمالی نصف کرہ اور جنوبی نصب کرہ کے موسمی تضاد کی وجہ سے بعض علاقوں اور ملکوں کے لوگ موسم گرما میں اور دوسرے علاقوں کے لوگ موسم سرما میں ان احکام کی تعمیل کیلئے ہمیشہ پابند ہوکر رہ جاتے اور ان احکام کی بجاآوری کے سلسلے میں موسمی تغیرات کا فائدہ نہ اٹھا سکتے۔ قمری تقویم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں تاریخ کا تعین گو تقریبی اور تخمینی ہی سہی نہایت آسان ہے، کیونکہ سورج کی نسبت چاند کی حالتیں اس کے بتدریج بڑھنے اور گھٹنے کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ناخواندہ شخص بھی چاند کی حالتوں سے قمری تاریخ کا اندازہ کر لیتا ہے، جبکہ سورج کی حالت یکساں رہتی ہے۔ چاند کو ننگی آنکھ سے دیکھنا آسان اور فرحت بخش ہے جبکہ سورج کو ننگی آنکھ سے دیکھنا مشکل اور ضرر رساں ہے۔ اس کے علاوہ ماہرین نے قمری ہجری تقویم کی بعض دیگر خصوصیات یہ بیان کی ہیں:

1۔ سن ہجری کی بنیاد خالص قمری تقویم پر ہے جب سے اس کا آغاز ہوا ہے اس میں آج تک کوئی ترمیم نہیں ہوئی کیونکہ یہ شرعی اور دینی تقویم ہے اس میں ترمیم کا کسی کو حق نہیں۔ دنیا کی مروجہ تقویم میں یہ خصوصیت غالباً صرف قمری تقویم ہی کو حاصل ہے۔ 2۔ سن ہجری کا آغاز واقعہ ہجرت نبوی سے ہوا یوں اس کی بنیاد روحانی ہے۔

3۔ ہفتے کا آغاز جمعۃ المبارک کے دن سے ہوتا ہے۔ 4۔ ہجری تقویم میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی کا شائبہ تک نہیں ہے۔ مہینوں اور دنوں کے ناموں کو کسی سیارے یا دیوی، دیوتا سے کوئی نسبت نہیں۔ 5۔ قمری تقویم چونکہ فطری اور نہایت سادہ ہے لہٰذا شرائع سابقہ میں بھی دینی مقاصد کیلئے یہی مستعمل تھی بعد میں لوگوں نے اس خالص قمری تقویم میں تحریف کرتے ہوئے اسے شمسی یا قمری شمسی تقویم میں بدل ڈالا۔

حاصل یہ ہے کہ ہمیں اپنی اصل پہچان یعنی اسلامی ہجری سال کو بھی بالکل نہیں بھلا دینا چاہیے، بلکہ اس کے نام بھی یاد رکھنے چاہئیں اور اسے استعمال بھی کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ چند سالوں میں ہماری نئی پود کے ذہنوں سے یہ تصور ہی محو ہو جائے کہ ہم بھی ایک زندہ جاوید تہذیب و تاریخ کے امین ہیں، ہمارا بھی ایک شاندار ماضی ہے، ہمارا بھی ایک تشخص ہے، بلکہ تمام تہذیبوں نے تہذیب کا درس ہم سے ہی لیا ہے۔ ■ ■ ■